مناظرِ قیامت

سید قطب شہید/ محمد نصراللہ خازن

قرآن کی زبان میں مشاہدِ قیامت سے مراد زندگی بعد موت، محاسبۂ اعمال، جنت اور دوزخ ہے۔ قرآن نے اس دنیا کے بعد جس عالمِ آخرت کا لوگوں سے وعدہ کیا ہے اس کے محض ذکر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے ایک محسوس زندہ و متحرک اور اُبھرتی ہوئی نمایاں شکل میں پیش کر کے اس کی مکمل و مجسم تصویر لوگوں کے سامنے رکھ دی ہے۔ مسلمانوں نے اس عالمِ آخرت میں اپنی زندگیاں پورے احساسات و جذبات کے ساتھ گزار دی ہیں۔ ان کی آنکھوں نے اس کے مناظر کو دیکھا ہے اور ان کے دل و دماغ نے ان سے گہرا تاثر قبول کیا ہے۔ ان کے مشاہدے سے ان کی قلبی کیفیات لحظہ بہ لحظہ بدلتی رہی ہیں۔ کبھی ان کے دلوں پر گھبراہٹ اور کبھی ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہوئی ہے۔ ایک گھڑی ان کے دلوں میں خوف و ہراس اور سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی ہے، تو دوسرے لمحے وہ لذت آشنائے سکون و اطمینان ہوئے ہیں۔ کبھی دوزخ کی آگ کی لپٹوں سے ان کے جسم جھلس جھلس گئے ہیں اور کبھی نسیمِ بہشت کی تھپ تھپاہٹ سے انھیں راحت و آسودگی حاصل ہوئی ہے۔ اس طرح گویا انھوں نے اس مقررہ دن کی آمد سے قبل ہی اپنے شب و روز اس حیاتِ جاوداں کی روح فرسا سختی اور لذت افزا راحت سے پوری طرح آشنا رہ کر گزارے ہیں۔

یہ عالمِ آخرت بڑا وسیع و عریض ہے۔ اس کی وسعت و کشادگی ایسی ہی ہے جیسی عقیدۂ اسلامی میں وضاحت و صراحت، یعنی موت، موت کے بعد دوبارہ زندگی، پھر جنت و دوزخ۔ وہ لوگ جو ایمان لائیں گے اور عملی زندگی میں نیکی کی روش اختیار کریں گے، ان کے لیے جنت ہوگی جس میں انھیں لازوال ابدی نعمت نصیب ہوگی۔ دوسری طرف وہ لوگ جو کفر و انکار کی راہ چلیں گے اور

دربارِ الٰہی میں اپنی حاضری کو جھٹلائیں گے، ان کے لیے دوزخ کی آگ ہوگی جو اَبدی عذاب کی ایک شکل ہے۔ نہ وہاں کوئی سفارش کام آئے گی، نہ فدیہ دے کر عذاب سے چھٹکارا ہوگا، نہ باریک تول والی میزانِ عدل میں بال برابر بھی کوئی فرق ہوگا۔ اعمال کا تول پورا پورا ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے کیے کی پوری جزا ملے گی۔ جو شخص اس دنیا میں ذرّہ بھر نیکی کرے گا وہاں اس کا بدلہ پالے گا، اور جو شخص اس دنیا میں ذرّہ بھر برائی کرے گا وہاں اس کی سزا پالے گا۔ وہ دن ایک ایسا دن ہوگا کہ نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی جگہ بدلہ پائے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جگہ جزا۔

قرآن کی بیان کردہ یہ کھلی اور واشگاف حقیقت مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی چھاپ ایک ایسے عالَم پر لگی ہوئی ہے جو انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی، ٹھوس اور جان دار مناظر پر مشتمل ہے۔ یہ مختلف اوضاع اور مختلف پہلوؤں کے حامل معاشروں میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کا اندازِ بیان اتنا جامع اور سحر انگیز ہے کہ جب تعذیب خانوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس عجیب وغریب انداز میں کہ کانوں سے سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور قوتِ متخیلہ اس کی تائید کرتی ہے، اور جب راحت بخش قیام گاہوں اور ٹھنڈے اور گھنے سایوں کا ذکر ہوتا ہے تو قوتِ احساس وادراک پر حالتِ محویت و استغراق طاری ہوجاتی ہے۔ غرضیکہ قرآن میں اس ادبی فراوانی اور فنی کمال کے لیے صفحات پر صفحات وقف ہوتے چلے جاتے ہیں جن کی حیثیت بالکل منفرد قسم کی ہے۔ دنیا کے ادبی سرمایے میں نہ ان کی کوئی نظیر ہے نہ مثال....

روزِ قیامت اور اس کی ہولناکی

ان مشاہد کا ایک اہم مقصد قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی منظر کشی ہے۔ وہ ہولناکیاں کہ جن کی وجہ سے کائنات کا ذرہ ذرہ لرزہ براندام ہوگا۔ نوعِ انسانیت پر عالمِ سراسیمگی طاری ہوگا اور مارے خوف کے وہ کانپ رہی ہوگی۔ قریب قریب کوئی ایک منظر بھی ایسا نہیں جس میں سب زندہ نفوس شامل نہ ہوں۔ خوف و دہشت کی وجہ سے کائنات اور فطرت کی کوئی علیحدہ حیثیت نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ اس میں کسی نہ کسی نوع کی زندگی کے آثار موجود ہوں۔ کسی منظر میں نمودار ہونے والے وجود کبھی تو جملہ افرادِ فطرت ہوتے ہیں اور کبھی یہ پوری نوعِ انسانی کے گوش برآواز و نگاہ برانجام، نفوس یا انواع واقسام کی حیوانی مخلوقات ––– اور کبھی میدانِ حشر میں یہ بھی ہوتے ہیں

اور وہ بھی۔ پھر کسی وقت یہ افرادِ ہستی خاموش فطرت کی شکل میں، کبھی بے زبان حیوان کی صورت میں اور کبھی انسان کی حیثیت میں برابر نمودار ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ (التکویر ۸۱:۱-۱۴) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

غرضیکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ارض وسما، انس وحیوان، خورد و کلاں، جنت و دوزخ سب پر خوف و دہشت کا عالم طاری ہوگا اور سب کے سب گھبراہٹ اور انتظار میں ہوں گے کہ دیکھیے انجام کیا ہونے والا ہے؟

کبھی صرف مظاہر فطرت کے مناظر ہی نگاہوں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں اور ماحول کی ہولنا کی پوری فضا میں ہیجان وارتعاش پیدا کر دیتی ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ (الواقعہ ۵۶:۱-۶) جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا تو کوئی اس کے وقوع کو

جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ وہ تہ و بالا کردینے والی آفت ہوگی۔ زمین اس وقت یک بارگی ہلا ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔

● **انسان کی بے بسی اور وارفتگی:** قیامت کے روز خوف و دہشت کے مارے انسان ایسا حواس باختہ ہوگا کہ اسے کسی کی سُدھ نہ رہے گی، حتیٰ کہ اسے اپنے ماں باپ اور اپنے اہل و عیال تک بھول جائیں گے۔ قرآن نے اس کیفیت کی ایسی عکاسی کی ہے کہ دیکھ کر قلب و روح پر خوف طاری ہوجاتا ہے، جیسے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ○ (عبس ۸۰: ۳۴-۳۷) اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○ (الحج ۲۲:۱-۲) لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہوجائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

● **مرمٹنے کی حسرت:** جب زندگی کا پورا کارنامہ کھلی کتاب کی طرح ہر شخص کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اتمامِ حجت کے طور پر انبیا کی شہادت ہوجائے گی تو خدا کے نافرمان، سرکش و باغی یہ حسرت کریں گے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس جائیں:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط وَلَا

یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ (النساء ۴:۴۱-۴۲) پھر سوچو کہ اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمھیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔ اس وقت وہ سب لوگ جنھوں نے رسولؐ کی بات نہ مانی اور اس کی نافرمانی کرتے رہے تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔ وہاں یہ اپنی کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

● **مظاہرِ قدرت پر ہولناکی کا عالَم:** کبھی قیامت کے زبردست ہولناک منظر میں انسانی افراد کے ساتھ ساتھ مظاہرِ قدرت بھی برابر کے شریک نظر آتے ہیں:

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ (القارعہ ۱۰۱:۱-۵) عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۝ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝ (المزمل ۷۳:۱۴-۱۸) یہ اس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ لرز اُٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہوجائے گا جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جارہے ہیں۔ تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ (پھر دیکھ لو کہ جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر تم ماننے سے انکار کرو گے تو اس دن کیسے بچ جاؤ گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہوگا؟ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔

روزِ قیامت اور میدانِ حشر

ان مشاہد کا ایک مقصد جنت و دوزخ سے پہلے میدانِ حشر کی منظرکشی بھی ہے۔ یہاں ہم دیکھیں گے کہ اس وقت انسانوں پر گزرنے والے جاں گسل حالات و کیفیات پیش کرنے کے لیے قرآن میں بہت سے پیرایہ ہاے بیان اختیار کیے گئے ہیں، اور محشر کا پورا سماں کئی پہلوؤں سے نگاہوں کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ کبھی نامۂ اعمال کی پیشی اور حساب کتاب کا منظر اتنا طویل نظر آتا ہے کہ آپ اسے دائمی سمجھنے لگتے ہیں، اور کبھی وہ آنکھ جھپکنے میں اس سُرعت سے گزر جاتا ہے کہ آنکھوں کو سیری تک حاصل نہیں ہوتی۔ کہاں یہ طرزِ انشاء اختیار کیا جائے اور کہاں وہ، اس بات کا تقاضا اور فیصلہ فنی اصولوں کے تحت ہی کیا جاسکتا ہے جو نفسیاتی اور شعوری بنیادوں پر قائم ہیں۔ نیز اس امر کا تعین کہ کسی منظر کی طوالت یا اختصار کی حدود کیا ہیں یا یہ کہ کہاں جا کر طوالت کو اختصار میں یا اختصار کو طوالت میں بدلنا ہے، میدانِ حشر کی طبعی فضا اور فطرتی ماحول پر موقوف ہے۔ اس طرح یہ اندازِ بیان بھی ایک دینی مقصد کی تکمیل میں بہت مفید و معاون ثابت ہوتا ہے۔

● **روزِ قیامت ــــــ مجرمین کی باہمی تکرار:** جب کسی منظر کو طوالت کے ساتھ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے تو قرآن اسے یوں پیش کرتا ہے:

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ٥ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥ (ابراہیم ۱۴:۲۱-۲۲) اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے کہیں گے: ''دنیا میں ہم تمھارے تابع تھے۔ اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لیے بھی کچھ کرسکتے ہو؟'' وہ

جواب دیں گے: ''اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمھیں بھی دکھا دیتے، اب تو یکساں ہے خواہ ہم جزع فزع کریں یا صبر، بہرحال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں،'' اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کیے تھے وہ سب سچے تھے اور مَیں نے جتنے وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا، میرا تم پر کوئی زور نہ تھا۔ نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تمھیں دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمھاری فریاد رسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا میں اس سے بری الذمہ ہوں ایسے ظالموں کے لیے تو دردناک سزا یقینی ہے''۔

● **سیاہ بختی پر حسرت و ندامت:** ایک دوسرے مقام پر قیامت کے روز آدمی کی سیاہ بختی پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ (الفرقان ۲۵:۲۷-۲۹) اور اس روز ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا: ''کاش! میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس کے بہکائے میں آکر مَیں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی''۔ شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔

● **نافرمانیوں کا اعتراف:** پھر انسان کی نافرمانیوں پر اس کا اعتراف ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ

الدِّیۡنِ ۝ حَتّٰۤی اَتٰىنَا الۡیَقِیۡنُ ۝ (المدثر ۷۴:۳۸-۴۷) ہر متنفس اپنے کسب کے بدلے رہن ہے، دائیں بازو والوں کے سوا، جو جنتوں میں ہوں گے۔ وہاں وہ مجرموں سے پوچھیں گے: ''تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟'' وہ کہیں گے: ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے، اور روزِ جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا''۔

الغرض ان تینوں مناظر میں موقع ومحل کی مناسبت سے واقعاتِ قیامت کا علیحدہ علیحدہ نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلے منظر میں قیامت کے روز مجرمین کے باہمی جھگڑے اور مکالمے کی تصویر ہے۔ دوسرے میں اپنی سیاہ بختی اور گمراہی پر حسرت وندامت، اور تیسرے میں اپنی نافرمانیوں کا طویل اعتراف واقرار۔ یہاں اندازِ بیان میں طوالت ہے کیونکہ ان میں سے ہر منظر اور ہر موقف تاثیر و تاثر میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرنے کے لیے مہلت اور طوالت کا تقاضا کرتا ہے۔

● **اعمال کی جزا اور مجرموں کی پہچان:** کبھی قرآن کسی منظر کو اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں نگاہوں کے سامنے نظر آئے اور گزر جائے:

وَوُفِّیَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ۝ (الزمر ۳۹:۷۰) اور ہر متنفس کو جو کچھ بھی اس نے عمل کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ (المومنون ۲۳:۱۰۱) پھر جونہی کہ صور پھونک دیا گیا ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔

یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰهُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ ۝ (الرحمٰن ۵۵:۴۱) مجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لیے جائیں گے اور انھیں پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔

مختلف مقامات میں موقع ومحل کے لحاظ سے اختصار کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ کبھی

اختصار کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مقام سکوت وسکون، رعب وجلال یا عجز و نیاز کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کے ردّ وقبول اور بحث واستدلال کی کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔ کہیں بات میں یک بارگی اور اچانک انقطاع وانفصال مقصود ہوتا ہے۔ بس ایک بات کا ذکر ہوتا ہے کہ اچانک اس کے بعد ساری بحث ختم ہوجاتی ہے۔ اور کبھی مراد چونکہ پوری طرح واضح ہوتی ہے اس لیے مزید کسی بحث وتکرار اور کلام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ ان مختلف مقاصد میں سے چند ایک ہیں جو کسی منظر کے اختصار اور دفعتاً نظر آ کر بسرعت گزر جانے کا باعث بنتے ہیں۔

قیامت اور عذاب وثواب

ان مناظر کا ایک مقصد زندگی بعد موت اور حساب وکتاب کے بعد جنت ودوزخ کی عکاسی ہے۔ یہ مناظر کبھی تو جنت و دوزخ دونوں کو مادی شکل میں پیش کرتے ہیں کہ جنھیں قوتِ حاسّہ لمس سے محسوس کرتی ہے، اور کبھی معنوی صورت میں پیش کرتے ہیں جس کا ادراک انسان کا نفسِ ناطقہ ہی کرسکتا ہے، اور کبھی یہ دونوں صورتیں یک جا ہوجاتی ہیں۔

- **دوزخ میں جسموں کا داغا جانا:** چنانچہ ٹھوس مادی شکل میں عذاب کا بیان اس صورت میں ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (التوبہ ۹: ۳۴-۳۵) دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اُسی سے اُن لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ ''یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو''۔

یہاں راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں کا حشر چشمِ تصور کے سامنے آ گیا ہے۔ وہ مال و دولت جسے وہ دنیا میں سونے چاندی کی شکل میں جمع کرتے رہے تھے آج اسے دوزخ کی آگ

میں سرخ کر کے ان کے اعضا و جوارح کو داغا جا رہا ہے اور استہزا یہ کہا جا رہا ہے: ''لو یہ ہے تمھارا وہ خزانہ جسے تم دنیوی زندگی میں جمع کرتے رہے تھے، آج ذرا اس کا مزا چکھو''۔

● **دوزخیوں کے سروں پر کھولتا ہوا پانی:** ایک دوسرے مقام پر مجسم عذاب کی یوں عکاسی کی گئی ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ۝ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ۝ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝ (الحج ۲۲:۱۹-۲۲) یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے رب کے معاملے میں جھگڑا ہے۔ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گُرز ہوں گے۔جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزا۔

منکرین حق کو دوزخ میں برہنہ جسم یوں ڈال دیا گیا ہے کہ اب آتشِ دوزخ ہی ان کے جسم کے گرد لپٹ کر اُن کا لباس بن گئی ہے۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی اُنڈیلا جا رہا ہے جو ان کے دماغ اور قلب وجگر اور امعاء وجلود کو گلائے جا رہا ہے۔ جب بھی وہ اس ناقابلِ برداشت و روح فرسا تکلیف سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، لوہے کے گُرز مار مار کر انھیں دوبارہ وہیں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور ان کی خبر لینے والے دوزخ کے کارندے انھیں جھڑک کر یوں مخاطب ہوتے ہیں: ''اونہوں! اپنے جسم و روح کے جلنے کا مزا یہیں چکھو۔ نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہیں''۔اُف! کتنا دردناک منظر ہے!

● **اہلِ جنت کے لیے عیش و بہار:** اسی طرح ٹھوس مادی نعمتیں مجسم صورت میں اس طرح بیان کی گئی ہیں:

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۝ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَطَلْحٍ

مَّنْضُوْدٍ o وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ o وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ o وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ o لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ o وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ o اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً o فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا o عُرُبًا اَتْرَابًا o لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ o (الواقعہ ۵۶: ۲۷-۳۸) اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا! وہ بے خار بیریوں اور تہہ برتہہ چڑھے ہوئے کیلوں، اور دُور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور ہردم رواں پانی، اور کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں، اور اُونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انھیں باکرہ بنادیں گے، اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سن۔

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ o جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ o مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ o وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ o هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ o (صٓ ۳۸: ۴۹-۵۳) (اب سنو کہ) متقی لوگوں کے لیے یقینا بہترین ٹھکانا ہے ہمیشہ رہنے والی جنتیں، جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔ ان میں وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ خوب خوب فواکہ اور مشروبات طلب کررہے ہوں گے، اور ان کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں حساب کے دن عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

سبحان اللہ! کتنا دل کش اور پُربہار منظر ہے۔ اس حیاتِ ناپایدار میں انسان اس سے بہتر عیش و آرام اور اس سے زیادہ پُرلطف و پُربہار زندگی کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ آنکھیں بند کر کے ذرا چشمِ تصور کو وا کیجیے۔ کیا عجب بہار ہے۔ وسیع باغات ہیں جن میں کبھی ختم نہ ہونے والے پھلوں سے لدے ہوئے درخت ہیں جن کے بیچوں بیچ ہردم رواں پانی کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ ان چشموں کے کنارے درختوں کے گھنے ٹھنڈے سایے میں نہایت حسین و جمیل ہم عمر نوجوان اور باحیا بیویوں کی معیت میں اُونچی نشست گاہوں پر گاؤ تکیے لگائے اہلِ جنت فروکش ہیں، جی بھر کر قسم ہا قسم کے پھلوں اور شرابِ طہور سے لطف اندوز ہورہے ہیں اور بار بار طلب کررہے ہیں۔ ''بھئی اور لو!

ضیافت کی یہی تو وہ چیزیں ہیں جو آج کے دن تمھیں مہیا کرنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا'' جواب میں کہا جاتا ہے ___ یہ ہے جنت کی وہ ابدی نعمت، جس سے انسان کے کام و دہن لذت اندوز ہوں گے اور جسے یہاں محسوس و مجسم شکل میں لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔

غور سے دیکھیں تو جنت و دوزخ دونوں نہایت لطیف و عمیق ہیں۔ یہاں تک کہ دونوں نہایت لطیف روحانی سایے سے معلوم ہوتے ہیں۔ جن میں نفوسِ انسانی بالکل منفرد شکلیں اختیار کر جاتے ہیں یا یوں کہیے کہ ان کے چہروں پر کوئی عجیب و غریب قسم کی پرچھائیں پڑی ہے۔ قرآن نے اس کیفیت کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے:

● **اہلِ جنت کی باہم دوستی:** جنت کی تصویر ان الفاظ میں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ (مریم ۹۶:۱۹) یقینا جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں، عنقریب رحمن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء ۶۹:۴) اور جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاؑ اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

● **اہلِ دوزخ کی حسرت:** اہلِ دوزخ عذابِ دوزخ دیکھ کر مایوسی اور حسرت کا اظہار کریں گے:

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (النباء ۷۸:۴۰) بے شک ہم نے تو تم کو ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہی آنے والا ہے۔ جس دن ہر ایک آدمی اپنے ان اعمال کو نامۂ اعمال میں لکھا ہوا دیکھ لے گا جو اس نے دنیا میں اپنے ہاتھ سے کیے تھے اور کافر حسرت سے کہے گا: ''اے کاش! میں مرنے کے بعد ہوگیا ہوتا مٹی!''

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (الانعام ۶:۳۰) کاش! وہ منظر تم دیکھ سکو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت ان کا رب ان سے پوچھے گا: ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟'' یہ کہیں گے: ''ہاں! اے ہمارے رب! یہ حقیقت ہی ہے!'' وہ فرمائے گا: ''اچھا! تو اب اپنے انکارِ حقیقت کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو''۔

الغرض ان سب مشاہد میں جنت و دوزخ کا نقشہ انسان کے قلب وضمیر میں ایک طرح کی بے آمیز مسرت و اطمینان اور محبت، یا بے میل ندامت و رسوائی اور نفرت کا احساس پیدا کردیتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مظاہر جنت یا مظاہرِ دوزخ میں باہم امتزاج پیدا ہوجاتا ہے۔ اس طرح ان کا تاثر دوہرا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جنت یا دوزخ کے ٹھوس مادی وجود سے جسمانی راحت و تکلیف کے ساتھ ساتھ روحانی آسودگی اور تکلیف بھی محسوس ہوتی ہے۔ جنت و دوزخ کے مظاہر میں یہ رنگ غالب ہے۔(انتخاب: مناظرِقیامت قرآن کی زبان میں، ادارہ تعمیرانسانیت، لاہور، ص ۵۷-۷۷)

●قرب شہنشاہِ عالم و پُر کیف زندگی: جنت کے بارے میں:
إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (القمر ۵۴: ۵۴-۵۵) نافرمانی سے پرہیز کرنے والے یقینا باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ سچی عزت کی جگہ، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب!

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ ۝ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا فٰكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ۝ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝ (یٰسٓ ۳۶: ۵۵-۵۸) آج جنّتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں ہیں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے، ہر قسم کی لذیذ چیزیں کھانے پینے کو ان کے لیے وہاں موجود ہیں۔ جو کچھ وہ طلب کریں ان کے لیے حاضر ہے۔ ربِ رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا گیا ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ط (الحدید ۵۷: ۱۲) اس دن، جب کہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا (ان سے کہا جائے گا کہ) ''آج بشارت ہے تمھارے لیے'' ان کے لیے جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

●دوزخیوں کی ضیافت: اور دوزخ کے سلسلے میں قرآن کا بیان یہ ہے:
إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَآءِ الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝ إِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۝ (الدخان ۴۴: ۴۳-۵۰) زقوم کا درخت گنہ گار کا کھاجا ہوگا۔ تیل کی تلچھٹ جیسا، پیٹ میں اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا

ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔ ''پکڑو اسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ، اس کو جہنم کے بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب''۔ ''چکھ اس کا مزا، بڑا زبردست عزت دار آدمی ہے تو''۔ یہ وہی چیز تو ہے جس کے آنے میں تم لوگ شک رکھتے تھے۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا o هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ o اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ o (الطور ۵۲: ۱۳-۱۵) جس دن انھیں دھکے مار مار کر نارِ جہنم کی طرف لے چلا جائے گا۔ اس وقت اُن سے کہا جائے گا کہ ''یہ وہی آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اب بتاؤ، یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھ نہیں رہا ہے''۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ o وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ o (فاطر ۳۵: ۳۶-۳۷) اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے گا کہ مرجائیں اور نہ ان کے لیے جہنم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو۔ وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں۔ ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے (اُنھیں جواب دیا جائے گا) ''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا؟ اور تمھارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آچکا تھا۔ اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے''۔

اس طرح کلامِ الٰہی میں جنت کی مادی نعمتوں کے ساتھ ساتھ روحانی عزت و تکریم کا رنگ اور دوزخ کے محسوس عذاب کے ساتھ روحانی رسوائی کی جھلک بھی موجود ہے۔ اس سے جسم و روح پر دونوں طرح کے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ جنت کی نعمتوں کا احساس بھی اسی طرح دوہرا ہوتا

ہے جس طرح دوزخ کی تکلیف کا احساس دوہرا محسوس ہوتا ہے۔

اس طرزِ کلام میں جب جنت و دوزخ کا ذکر ایک مجسم تصویر کی شکل میں ہوتا ہے۔ تو پردۂ تصور پر اس کے کئی پہلو نمایاں ہوجاتے ہیں جو جنت کے ابدی کیف و سُرور اور دوزخ کے دائمی کرب و بلا کا یکساں احساس دلاتے ہیں۔ اگرچہ فی الواقع نہ اُس کو جنت کہا جاسکتا ہے اور نہ اِس کی دوزخ۔

● **اہلِ جنت کا شکرو سپاس**: جب مومنین و صالحین اپنی توقع سے بڑھ کر اللہ کی طرف سے انعام و اکرام اور قدرافزائی کا مشاہدہ کریں گے تو بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں ان کی زبان پر شکرو سپاس کے یہ الفاظ جاری ہوجائیں گے:

> وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝ (فاطر ۳۴-۳۵) اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دُور کردیا، یقینا ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھیرا دیا، اب یہاں نہ ہمیں کوئی مشقت پیش آتی ہے اور نہ تکان لاحق ہوتی ہے۔

ان الفاظ سے آپ خنکیٔ راحت، لذتِ نعمت، فرحتِ اطمینان اور سکونِ قلب محسوس کریں گے۔

● **اہلِ دوزخ کی بیچارگی اور فریاد**: اس طرح دوزخ کے عذاب سے تنگ آ کر جب دوزخی اور داروغۂ جہنم سے التجا کریں گے تو جہنم کی دیواروں کے پیچھے سے ان کی یہ پکار آپ کے کانوں میں پڑے گی۔

> يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ (الزخرف ۴۳:۷۷) ''اے مالک (داروغۂ جہنم) تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے تو اچھا ہے''۔ (وہ جواب دے گا: ''تم یوں ہی پڑے رہو گے''۔

ان الفاظ سے آپ کو سینے کی گھٹن، عذاب کی تکلیف اور آتشِ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی

لپٹوں کا احساس ہوگا۔ خواہ دوزخ کی ظاہری کیفیت کے بارے میں آپ کو کچھ بھی نہ بتایا گیا ہو۔ اسی طرح کفر و انکار کی راہ چلنے والوں اور رسولؐ کی نافرمانی کرنے والوں کی حسرت بھری آرزو آپ کو ان الفاظ میں ملے گی:

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ (النساء ۴:۴۲) اس وقت وہ سب لوگ جنھوں نے رسول کی بات نہ مانی اور اس کی نافرمانی کرتے رہے، تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔

ان الفاظ کے کانوں میں پڑتے ہی آپ آنکھوں کے سامنے ایسے عکس گردش کرنے لگیں گے جو آمنا سامنا ہوتے ہی کھلی کھلی رُسوائی اور ندامت کا باعث ہوں گے۔ ایسی رسوائی جو انسان کے لیے روح کُش اور ایسی ندامت جو اس کے لیے پیغامِ موت ہوگی۔ خصوصاً اس وقت جب کہ ہر گروہِ انسانی میں سے ان کی نافرمانیوں پر گواہ طلب کیے جائیں گے اور رسولؐ بذاتِ خود منکرین حق اور نافرمانوں پر بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ط (الانعام ۶:۱۶) اس دن جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا۔

گویا آپ کے سامنے عذابِ آخرت کی ہولناکی یوں مرتسم ہوگی کہ محض اس کا ہٹ جانا ہی آپ کے لیے باعثِ رحمت ہوگا۔ خواہ عذاب کی اس ہولناکی کے بارے میں آپ سے کچھ بھی نہ کہا گیا ہو۔

اس طرح عالمِ تصور میں تیزی سے سرکتے ہوئے دھندلکے سے عکس، ٹھوس اور کامل اجسام کی جگہ لے لیتے ہیں۔ ان کا قصوری ڈھانچا اجسام مادی کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے۔ یوں قوتِ متخیلہ کو ان دھندلکے سایوں کی رنگ آمیزی، اشیا مشہودہ کی صورت گری اور اشکالِ مختلفہ کی ترتیب و تزئین کا موقع مل جاتا ہے۔

مناظرِ قیامت میں سب سے عجیب وہ تلخ کلامی ہے جو مشرکین اور ان کے معبودوں کے درمیان یا سربراہانِ قوم اور ان کے پیروؤں کے درمیان ہوگی۔ نیز وہ گفت گو بھی بڑی دلچسپ ہے جو اہلِ ایمان اور فرشتوں کے درمیان یا خود اہلِ ایمان میں آپس میں ہوگی۔ قرآن مجید میں یہ

مکالمات بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں۔ چند مناظر ہم بغیر کسی تشریح کے یہاں پیش کرتے ہیں۔

● **اہلِ دوزخ کی باہمی تکرار:**

قیامت کے روز پیشوایانِ کفر و ضلالت دوزخ کا عذاب دیکھ کر اپنے پیروؤں کے کفر و انکار کا بار اُٹھانے سے بچنے کے لیے ان سے بے تعلق ہوجائیں گے۔ اس پر ان میں باہمی تکرار ہوگی۔ قرآن نے اس کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے۔

وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝ (البقرہ ۲:۱۶۵-۱۶۷)

کاش جو کچھ عذاب کو سامنے دیکھ کر انھیں سُوجھنے والا ہے وہ آج ہی ان ظالموں کو سوجھ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ جب وہ سزا دے گا اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ وہی پیشوا اور راہنما، جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروؤں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے۔ مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب و وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔ اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے، کہیں گے کہ کاش ہم کو پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں، ہم ان سے بیزار ہوکر دکھا دیتے۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال، جو دنیا میں یہ کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے۔ مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

● **دربارِ الٰہی میں اہلِ دوزخ کی باہم الزام دھی:** اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اس منظر کی عکاسی اِن الفاظ میں کی گئی ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

الْقَوْلَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ o قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ o وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o (السبا ۳۴:۳۱-۳۳) کاش تم دیکھو ان کا حال اس وقت جب یہ ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اس وقت یہ ایک دوسرے پر الزام دھریں گے۔ جو لوگ دنیا میں دبا کر رکھے گئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے''۔ وہ بڑے بننے والے ان دبے ہوئے لوگوں کو جواب دیں گے: ''کیا ہم نے تمھیں اس ہدایت سے روکا تھا جو تمھارے پاس آئی تھی؟ نہیں! بلکہ تم خود مجرم تھے''۔ وہ دبے ہوئے لوگ ان بڑے بننے والوں کے کہیں گے: ''نہیں، بلکہ شب و روز کی مکاری تھی جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھیرائیں''۔ آخرکار جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں میں پچھتائیں گے۔ اور ہم ان منکرین کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ کیا لوگوں کو اس کے سوا اور کوئی بدلہ دیا جاسکتا ہے کہ جیسے اعمال ان کے تھے ویسی ہی جزا وہ پائیں؟

قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَیْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ o قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِ[illegible]لَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ o (قٓ ۵۰: ۲۷-۲۸) اس کے ساتھی نے عرض کیا: ''خداوند! میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا''۔ جواب میں ارشاد ہوا: ''میرے حضور جھگڑا نہ کرو۔ میں تم کو پہلے ہی انجامِ بد سے خبردار کر چکا تھا''۔

● **اھلِ جنت کی باھمی گفتگو:** یہ تو ہے اہلِ دوزخ کی باہمی سخت تو تکار کا نمونہ۔ اب آپ اہلِ جنت کی باہمی پُرلطف گفتگو کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ○ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ○ (الطور ۵۲: ۲۵-۲۸) یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (دنیا میں گزرے ہوئے) حالات پوچھیں گے۔ یہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے، آخر کار اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم پچھلی زندگی میں اسی سے دعائیں مانگتے تھے، وہ واقعی بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔

پچھلی زندگی میں اسی سے دعائیں مانگتے تھے، وہ واقعی بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ○ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ○ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ○ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ○ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ○ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ○ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○ (الصافات ۳۷:۵۰-۵۹) پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر حالات پوچھیں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا: ''دنیا میں میرا ایک ہم نشین تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا۔ کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا واقعی جب ہم مر چکے ہوں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائیں گے تو ہمیں جزا و سزا دی جائے گی؟ اب کیا آپ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ صاحب اب کہاں ہیں؟'' یہ کہہ کر جونہی وہ جھکے گا تو جہنم کی گہرائی میں اس کو دیکھ لے گا اور اس سے خطاب کر کے کہے گا: ''خدا کی قسم! تو تو مجھے تباہ ہی کر دینے والا تھا۔ میرے رب کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو آج میں بھی ان لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں۔ اچھا تو کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ موت جو ہمیں آنی تھی وہ بس پہلے آ چکی؟ اب ہمیں کوئی عذاب نہیں ہونا؟

المختصر ان عجیب و غریب مناظر میں سے ہم یہاں صرف انھی معدودے چند کے بیان پر

اکتفا کرتے ہیں۔ یہاں اس مختصر سی فصل میں ان مناظر کی حقیقت اور ان کے مختلف پہلوؤں پر بالاختصار روشنی ڈالنا ہی کافی ہے‘‘۔